www.rahimia.org

بانی : حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری
قُدِّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ السَّعِید مسند نشین رابع خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ : حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

اگست 2025ء / صفر المظفر ۱۴۴۷ھ
جلد نمبر 17، شمارہ نمبر 8 قیمت : 30 روپے • سالانہ ممبرشپ : 350 روپے

مجلس ادارت

سرپرست : ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر : مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر : محمد عباس شاد

ترتیبِ مضامین

- سچی گواہی کو چھپانا' بہت بڑا ظلم ہے
- اللہ کے دربار سے دُھتکارے ہوئے لوگ
- حضرت عثمان بن ابی العاص بن بشر ثقفی رضی اللہ عنہ
- گنبدِ بے در میں بپا حشر اور ''جشنِ آزادی''
- احادیث کی روشنی میں ''عقل'' سے متعلق مقاماتِ احسان (3)
- عثمانی سلطنت کے چوتھے حکمران؛ بایزید یلدرم
- دبئی کا معاشی ماڈل
- لیفٹیننٹ کرنل ما مادی ڈومبوئے
- اگست کے مہینے میں استعماری مظالم کے نمونے
- بھیڑیا صفت حکمرانوں کے کرتوت
- اگست؛ تاریخی واقعات پر غور و فکر کا مہینہ ہے
- 9/اگست کی بربریت اور تباہی نے اسے عبرت کا مہینہ بنا دیا ہے
- حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ
- تقریبِ رونمائی کتاب ''خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت''
- رپورٹ 17/روزہ دورۂ تفسیر قرآن حکیم
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا
شاہ عبدالقادر
رائے پوری قدس سرہ
مسند نشین ثانی
خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت والاؒ (نے مجلس میں موجود ایک) سابق ہیڈ ماسٹر (شہر) فورٹ سنڈیمن کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''آپ (سکول میں) ماسٹر رہے ہو تو بتاؤ جس بچے کا دماغ اور ذہن کمزور ہو اور وہ مضامین تیار نہ کر سکے، (تو کیا آپ اساتذہ) اس کو بھی الزام (یعنی خطاوار قرار) دیتے ہو؟'' ماسٹر صاحب نے کہا کہ: اس کو تو معذور سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں، تنگ نہیں کرتے اور نہ اِلزام دیتے ہیں۔ حضرت والاؒ نے فرمایا کہ: ''اسی طرح سلوک (طریقت کی تربیت) میں ہے۔ سلوک اور روحانیت کے قاعدے کچھ انوکھے قاعدے (ضابطے) نہیں ہیں۔ جیسے دنیا کے اَور کاموں کے قاعدے ہیں، اسی طرح سلوک کے مناسبِ حال اسی نہج کے اس کے بھی قاعدے ہیں (کہ اس میں بھی ذہنی طور پر کمزور لوگوں کو معذور تصور کیا جاتا ہے)''۔

(۲۷/ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ/ 22/نومبر 1946ء، بروز: جمعہ، مقام: نظام الدین، دہلی)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ ص: 230، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئنز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

www.rahimia.org

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

سچی گواہی کو چھپانا بہت بڑا ظلم ہے

گزشتہ آیات (2-البقرہ: 137 تا 139) میں یہود و نصاریٰ کے شکوک و شبہات دور کر کے ملّتِ ابراھیمیہ حنیفیہ میں شریعتِ محمدیہ ﷺ کے تجدیدی کردار کا تذکرہ تھا۔ اب تم اس حقیقت کا انکار کرتے ہوئے ہم سے اللہ کی نسبت کیوں جھگڑتے ہو؟

ان آیات (2-البقرہ: 140 تا 141) میں کہا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیا علیہم السلام؛ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاؑ کو یہودیت اور عیسائیت کی طرف منسوب کر کے کیوں جھگڑتے ہو؟ جب کہ وہ اصل ملّتِ ابراھیمیہ حنیفیہ کے پابند تھے۔

اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ اِنَّ اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطَ كَانُوۡا هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰى ؕ قُلۡ ءَاَنۡتُمۡ اَعۡلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ (کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد تو یہودی تھے یا نصرانی؟ کہہ دے! کہ تم کو زیادہ خبر ہے یا اللہ کو؟): حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کی خالص وحدانیت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ابراہیمی تحریک کے ان انبیا علیہم السلام؛ حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام پر نازل شدہ دینِ خالص کی طرف بلاتے ہیں۔ ایسا دینِ خالص جس میں طبیعیّین، نَجّامین اور مجوسیّین میں سے کسی دوسری ملت کے عقائد و نظریات اور افکار و اعمال کی ملاوٹ نہیں ہے، جب کہ یہودیت اور عیسائیت دراصل انھی ملاوٹ شدہ افکار و عقائد کا مجموعہ ہیں، جو ابراہیمی ملت سے یکسر الگ اور خودساختہ ہے۔ اب ان مذکورہ انبیا علیہم السلام کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ وہ یہودی اور عیسائی تھے۔ اور یہ کہ جو انسان یہودیت اور نصرانیت سے انحراف کرتا ہے، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن انبیا علیہم السلام کے دینِ ابراہیمی کی تعلیمات سے انحراف کرتا ہے، بالکل غلط ہے۔ جس طرح تمھارا اللہ کی نسبت سے نبی اکرم ﷺ اور اُن کی اُمت سے جھگڑا کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح ان انبیا علیہم السلام کے بارے میں اُمتِ محمدیہ سے جھگڑ کر یہ کہنا کہ وہ یہودی اور نصرانی تھے، درست نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہودیت کا آغاز حضرت موسیٰ علیہ السلام بلکہ یہودا بن حضرت یعقوب کے خاندان میں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکمرانی کے بعد ہوا ہے۔ اور نصرانیت کا آغاز حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کیا جاتا ہے۔ جب کہ یہ دونوں حضرات انبیا علیہما السلامؑ حضرات ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے بہت بعد ہوئے ہیں۔ تو یہ حضرات یہودی اور نصرانی کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان انبیا علیہم السلام کے بارے میں کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اُس نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر ان انبیاؑ کی اصل تعلیمات اور دینِ خالص وحی کی صورت میں نازل کیا ہے۔

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَتَمَ شَهَادَةً عِنۡدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ (اور اس سے بڑا ظالم کون جس نے چھپائی وہ گواہی جو ثابت ہو چکی اس کو اللہ کی طرف سے، اور اللہ بے خبر نہیں تمھارے کاموں سے): ان حضرات انبیا علیہم السلام کے یہودی اور نصرانی نہ ہونے کی سب سے بڑی شہادت خود اللہ کی کتاب تورات میں موجود ہے۔ اس میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ پھر حضرت اسماعیل اور اسحاق علیہ السلام کا ذکر ہے۔ پھر کافی طویل عرصے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے ہیں۔ تورات کی شہادت کے مطابق پہلے گزرے ہوئے انبیاؑ اپنے سے بعد میں آنے والے انبیاؑ کی طرف منسوب یہودیت اور عیسائیت کیسے اختیار کر سکتے ہیں؟ بھلا یہ بتلاؤ کہ اس سے بڑا بھی کوئی ظالم ہو سکتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تورات سے ثابت شدہ شہادت اور گواہی کو چھپائے۔ اس سے بڑا تو کوئی جرم نہیں ہو سکتا۔ انبیا علیہم السلام کے بارے میں خلافِ حقیقت دعوے کرنا اور تورات کی شہادت کو چھپانا کسی طور پر بھی درست نہیں ہے۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ فرماتے ہیں: ''حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل اور دیگر انبیا علیہم السلام کی بابت یہود اور نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ وہ یہودی یا نصرانی تھے، دروغِ صریح (واضح جھوٹ) ہے۔ علاوہ ازیں حق تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ: ''مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّلَا نَصۡرَانِيًّا'' (ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی) (3-آلِ عمران: 67) تو اب بتلاؤ کہ تم کو علم زیادہ ہے یا اللہ تعالیٰ کو؟'' گویا تورات اور قرآن حکیم کی گواہی کو چھپانا قطعی درست نہیں۔

تِلۡكَ اُمَّةٌ قَدۡ خَلَتۡ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَلَكُمۡ مَّا كَسَبۡتُمۡ ۚ وَلَا تُسۡـَٔلُوۡنَ عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (وہ ایک جماعت تھی، جو گزر چکی، ان کے واسطے ہے جو انھوں نے کیا اور تمھارے واسطے ہے جو تم نے کیا، اور تم سے کچھ پوچھ نہیں ان کے کاموں کی): ان حضرات انبیا علیہم السلام اور ان کی گزشتہ اُمتیں ملّتِ ابراھیمیہ پر عمل درآمد کرتے ہوئے گزر چکی ہیں۔ ان کے اعمال کے نتائج اُن کے لیے ہیں اور تم یہودیت اور نصرانیت کے نام پر اُن حضرات انبیاؑ کی تعلیمات کو مسخ کرنے والوں کے اعمال کا حساب کتاب تمھیں دینا پڑے گا۔ تم لوگوں سے ان حضرات کے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ تم سے تو صرف یہ پوچھا جائے گا کہ کیا ان کی اصل ملت پر تم نے عمل کیا یا نہیں؟ ان سے انحراف کی صورت میں تم ہی لوگ سزا کے مستحق ہو گے۔

حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں: ''یہی آیت (2-البقرہ: 134) عنقریب گزر چکی ہے۔ چوں کہ اہلِ کتاب کے دل میں اپنی بزرگ زادگی کی وجہ سے یہ خوب جم رہا تھا کہ ہمارے اعمال کیسے ہی بُرے ہوں، بالآخر ہمارے باپ دادا ہم کو ضرور بخشوائیں گے۔ اس لیے اس بے ہودہ خیال کو روکنے کے لیے تاکیداً اس آیت کو مکرر (دوبارہ) بیان فرمایا۔

یا یوں کہو کہ: پہلی آیت (134) میں اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کو خطاب تھا اور اس آیت (141) میں آپ ﷺ کی اُمت کو (خطاب) ہے کہ اس بے ہودہ خیال میں اُن (یہود و نصاریٰ) کا اتباع نہ کریں۔ کیوں کہ ایسی توقع اپنے بزرگوں سے ہر کسی کے دل میں آ ہی جاتی ہے، جو سراسر بے وقوفی ہے''۔ اس طرح ان آیات میں یہودیوں اور نصرانیوں کی حماقتوں اور بے وقوفیوں کا رد کر کے اصل ملّتِ ابراھیمیہ حنیفیہ کی حقانیت ثابت کی گئی ہے اور اسی کی تمام لوگوں کو دعوت دی گئی ہے۔

www.rahimia.org

درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

اللہ کے دربار سے دُھتکارے ہوئے لوگ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ’’ثَلَاثَةٌ لَّا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ‘‘ ۔قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ ۔ ’’وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَّمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَّعَائِلٌ مُّسْتَكْبِرٌ‘‘. (صحیح مسلم، حدیث:296)

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تین (قسم کے لوگ) ہیں، جن سے اللہ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا، اور نہ ان کو پاک فرمائے گا‘‘۔ ابومعاویہ (راوی) نے کہا۔ ’’نہ ان کی طرف دیکھے گا۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے: (۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا حکمران (۳) اور تکبر کرنے والا عیال دار محتاج‘‘۔)

دینِ اسلام اچھے اَخلاق اور حسنِ معاشرت کا داعی ہے۔ اگر انسان بداَخلاق ہو تو اس کے عقائد و عبادات کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کو سزا دیں گے۔ زیرِغور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے تین بُرے کام کرنے والوں کے لیے بڑی سخت وعید سنائی: 1۔ بڑھاپے کی عمر میں زنا کرنے والا، یہ شخص نہایت ہی بے حیا ثابت ہوا۔ اس کی جوانی تو رخصت ہوئی، مگر اس کی خواہشاتِ نفس نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ جو بڑھاپے میں اس مرض کا شکار ہو تو جوانی میں اس نے کیا کیا قیامت نہ ڈھائی ہوں گی۔ بڑھاپے کی بُری عادات کی جڑیں جوانی میں ہوتی ہیں۔ گویا اس نے اپنی ساری زندگی معاشرے میں ایک ایسے طریقے پر گزاری جو صالح معاشرے اور نظام کی بُنت کو خراب کرتی ہے۔ مرد و عورت کے باعزت تعلق کو مودت اور محبت پر مبنی نکاح قائم کرتا ہے اور زنا اسے تباہ کر دیتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ معاشرے میں بے حیائی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس نے پروردگار کی ایک اہم منشا جو مرد و عورت کے خاندانی نظام میں مضمر تھی، اس کو سبوتاژ کر دیا۔

2۔ دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے حکومت دی تو وہ اس کے ذریعے لوگوں کی خدمت اور ان کے مسائل حل کرنے کے بجائے ان سے جھوٹ بول کر مشکلات کے پہاڑ کھڑے کرتا رہا۔ اس کے جھوٹے وعدوں کی وَجہ سے لوگ زندگی میں بہت سے مصائب کا سامنا کرتے ہیں۔ اس شخص نے بھی معاشرے کی تشکیل میں منفی کردار ادا کیا۔ انسانوں کی مدد کرنے کی طاقت پانے کے باوجود ان کو مصیبتوں میں مبتلا کیا۔

3۔ تیسرا وہ شخص کہ جس کے مالی حالات اچھے نہیں تھے، لیکن وہ کبر و غرور اور اپنی جھوٹی اَنا کی تسکین کے لیے ایسا طرزِ زندگی اپناتا ہے، جس سے اس کے اخراجات بڑھ جاتے ہیں۔ رہن سہن اور دیگر ضروریات کی تکمیل کے لیے دِکھاوے سے کام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ شخص بھی پسند نہیں۔ وہ اگر تنگ دست ہے تو اس کو چاہیے تھا کہ وہ خوش حالی حاصل کرنے کی کوشش کرتا، اَخلاقیات کے دائرے میں رہتا اور اپنی ضرورتوں کو اپنے مالی حالات کے تناظر میں پورا کرنے کی کوشش کرتا۔ ان تین لوگوں کے معاشرتی فساد کی وَجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی طرف رحمت اور شفقت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے۔

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت عثمان بن ابی العاص بن بشر ثقفی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان بن ابی العاص بن بشر ثقفی رضی اللہ عنہ طائف کے رہنے والے تھے۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ بنوثقیف سے تھا۔ آپؓ کم عمری ہی سے نہایت ذہین و فطین، سلیم الطبع اور نرم خو نوجوان تھے۔ آپؓ کا شمار سید الانام ﷺ کے اُن صحابہؓ میں ہوتا ہے جو آسمانِ علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب تھے اور شوقِ جہاد، شجاعت اور جواں مردی کے لحاظ سے بھی اپنی نظیر آپ تھے۔ آپؓ تیسرے عظیم ترین صحابی تھے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہر سال امیرِ غزوات رہے۔ آپؓ فضلائے صحابہؓ میں شمار ہوتے تھے اور حضرت مغیرہؓ کی طرح عہدِ نبوی سے خلافتِ معاویہؓ تک مسلسل امارت و وِلایت پر فائز رہے تھے۔

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ ۹ ہجری میں 16/17 برس کی عمر میں وفد ثقیف میں شامل تھے اور مدینہ منورہ پہنچ کر سب سے پہلے کم عمری میں ہی مسلمان ہوئے۔ آپؐ نے ان کو تبرکاً تھوڑا سا قرآن پڑھایا اور پھر وہ بڑے ذوق و شوق سے قیامِ مدینہ کے دوران میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت اُبی بن کعبؓ سے قرآن حکیم اور دینی مسائل کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اپنے علمی شوق اور دین میں اخلاص کی بدولت وہ بہت جلد آپؐ کے موردِ الطاف بن گئے۔ بالآخر بارگاہِ رسالت سے بنوثقیف کی قیادت، امارت اور امامت کا اعزاز حاصل کیا۔ حضرت عثمانؓ جب مسلمان ہو گئے تو رسول اللہؐ نے آپؓ کے لیے مکتوب تحریر کروایا اور انھیں امیر مقرر کر دیا، حال آں کہ وہ ان سب سے کم سن تھے، کیوں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا تھا کہ میری نظر میں یہ کم سن لڑکا دین کے مسائل کا عملی فہم اور قرآن کے پڑھنے میں سب سے زیادہ شوقین اور حریص ہے۔ طائف میں ان کی امارت کی مدت چھ برس رہی، ڈیڑھ سال عہدِ نبوت میں، ڈھائی سال عہدِ صدیقی میں اور دو سال عہدِ فاروقی میں۔

سندھ میں مسلمانوں کی آمد کا آغاز عہدِ فاروقی کی ابتدا ہی سے ہو چکا تھا، جس کے اوّلین محرک عثمان بن ابی العاصؓ تھے، جنھوں نے اپنے دو بھائی حَکَم اور مغیرہ کو اس خطے میں روانہ کیا تھا۔ عثمان ثقفیؓ نے بھی ہندوستان میں صدائے ’’لا إلٰه إلا اللّٰه‘‘ کی گونج اور حالات دریافت کرنے کے لیے فوج روانہ کی، مگر جنگ کی نوبت نہ آئی۔ پھر حضرت علیؓ کے عہد میں حارث بن مرہ عبدی‘ ہند پر حملہ آور ہوئے۔ پھر حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں ۴۴ھ میں مہلّب ابن ابی صُفرہ حملہ کرنے کی غرض سے آئے اور فاتح ہوئے۔ اسی لیے ’’تاریخِ فرشتہ‘‘ کے مصنف نے تاریخِ اسلام میں پہلی منظّم جنگ کا شرف انھیں کے سر باندھا ہے، مگر یہ حملے چھوٹے چھوٹے تھے، بڑا حملہ حجاج بن یوسف کے اشارے پر محمد بن قاسم ہی نے ۲۹ھ میں کیا اور بہت کم مدت میں پورے سندھ کو فتح کر لیا۔

مشہور روایت کے مطابق ۵۱ھ اور ایک روایت کے مطابق ۵۰ھ یا ۵۵ھ میں حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے بصرہ میں وفات پائی۔

www.rahimia.org

گنبدِ بے در میں بپا حشر اور ''جشنِ آزادی''

ہر سال چودہ اگست آتا ہے، جھنڈیاں لگتی ہیں، لاؤڈ اسپیکروں پر ملی نغمے گونجتے ہیں اور عوام الناس رنگ برنگی روشنیوں سے اپنی چھتوں، گلیوں اور بازاروں کو اپنی حیثیت کے مطابق بھرپور سجاتے ہیں، سرکاری عمارتوں پر قومی پرچم لہرائے جاتے ہیں اور ٹی وی اسکرینوں پر ولولہ انگیز پیغامات نشر ہوتے ہیں، لیکن ان سب کے بیچ ایک تلخ حقیقت دم سادھے کھڑی رہتی ہے کہ یہ سب کچھ آزادی کی بے معنی تکرار ہے؟ یہ خودفریبی کا جشن ہے؟ یا پھر اپنے آپ سے اپنی بے حسیوں سے منہ چرانے کا ایک بے معنی رسمی سلسلہ ہے، جو کئی دہائیوں سے جاری ہے کہ دوسری جانب قدرت ہماری نااہلیوں کا حساب چکا رہی ہے۔ بارشیں برس رہی تھیں، ندیاں بپھری ہوئی ہیں اور دریا، جنھیں ہم نے برسوں نظرانداز کیا، وہ انتقام کی زبان بول رہے ہیں۔

چودہ اگست کی یہ شان دار تقریبات کچھ ایسی محسوس ہوتی ہیں، جیسے کسی مرگھٹ پر رنگ برنگے پھولوں کی چادر تان دی گئی ہو۔ اس چمک دمک کے پیچھے چھپی ہوئی کرب ناک حقیقتیں، ان تقریبات کے شور میں دب جانے والی سسکیاں اور حکمرانوں کی غفلت کی ڈُھول ہمیں ایک الم ناک داستان سناتی ہے۔ یہ سب کچھ اس حقیقت کو چھپانے کی ناکام کوشش ہے کہ ہماری آزادی اپنی روح کھو چکی ہے۔ جب انصاف کا ترازو دولت وطاقت کے پلڑے کی طرف جھکا نظر آتا ہے تو پھر یہ جشن کس بات کا؟ یہ تقریبات' آزادی کی روح کو تسکین دینے کے بجائے، اس کے ساتھ ایک بدنما مذاق معلوم ہوتی ہیں۔ یہ ایک ایسی خودفریبی ہے جس میں ہم مگن ہیں، تاکہ اپنی اجتماعی ناکامیوں، اپنی عملی کمزوریوں پر پردہ ڈال سکیں۔ آزادی صرف جھنڈے لہرانے اور نعرے لگانے کا نام نہیں، بلکہ ہر شہری کو اس کے بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت دینے کا نام ہے۔ کیا ہم اس کے اہل ہیں؟ کیا یہ آزادی ہے کہ ہمارے شہری حادثات کا شکار ہوں اور کسی ایمرجنسی کی صورت میں ریاستی ادارے بروقت اور مؤثر اقدامات نہ کرسکیں؟ نام نہاد ترقی اور جشنِ آزادی کی تقاریب اُس وقت تک بے معنی رہیں گی جب تک عوام کو جان و مال کی حفاظت میسر نہ ہو۔ جب تک سیلاب، زلزلہ، دہشت گردی یا کسی اور آفت میں سرکاری ریسکیو اور ریلیف کا نظام بہترین اور چابک دست نہ ہو۔

کیا کبھی ہم نے سوچا کہ آزادی آخر کس شئے کا نام ہے؟ کیا یہ صرف انگریز کے جانے کا جشن ہے؟ کیا یہ رنگ و روشنیوں، آتش بازیوں اور نعرہ بازیوں سے زیادہ کچھ ہے؟ اگر ہم آزاد ہیں تو پھر غلامی کا یہ موسم کیوں نہیں بدلتا؟ اگر عوام آزاد ہیں تو آٹا، بجلی، پانی اور زندگی کی بنیادی سہولیات ان کے لیے خواب کیوں بن چکی ہیں؟ ملک کے دو حساس صوبوں میں امن و امان کی صورتِ حال کیوں دن بہ دن بے قابو ہوتی جارہی ہے؟ عام آدمی دہشت گردوں اور ان کے ساتھ مقابلوں میں کیوں لقمہ اجل بن رہا ہے؟

موسمی بارشیں اور سہانی رُتیں، جو زندگی کی بہاریں لوٹانے کا باعث ہونی چاہئیں، آج موت کا پیغام بن کر برسنے لگتی ہیں۔ آنے والے سیلابوں نے ایک بار پھر ہماری نااہلی، ہماری تیاریوں کے فقدان اور ہماری ریلیف پالیسیوں کی ناکامی کو بے نقاب کردیا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہر سال سیلاب آتے ہیں، تباہی مچاتے ہیں اور ہر سال حکومتی مشینری پہلے کی طرح سست، غیر منظّم اور نااہل نظر آتی ہے۔ یہ سیلاب صرف پانی کا نہیں، بلکہ حکومتی غفلت اور نظام کی ناکامی کا بپھرا ہوا طوفان ہے، جس کی تباہ کاریاں بارش کے پانی سے کہیں زیادہ گہری اور دیرپا ہیں۔

اور پھر اس قوم کے ضمیر کو جھنجھوڑ دینے والا وہ دل سوز واقعہ؛ دریائے سوات کے بہتے پانیوں میں ایک پوری فیملی کی موت کا الم ناک منظر ہے۔ وہ ماں، جو بچوں کو بچانے کی آخری کوشش میں خود پانی کی آغوش میں چلی گئی۔ وہ باپ، جو کچھ لمحے پہلے زندگی کی گہما گہمی میں مسکرا رہا تھا، چند ہی لمحوں میں موت کی چپ میں ڈھل گیا۔ ان بچوں کی آخری چیخیں، جنھیں سننے والا کوئی نہ تھا، جو محفوظ سیاحتی مقام پر صرف سیر کے ارادے سے آئے تھے، لیکن ریاست کی غفلت انھیں موت کے دہانے پر لے آئی۔ اس طرح کے حادثات درحقیقت بے حس ذہنیت، بدانتظامی اور مجرمانہ غفلت کے ہاتھوں معصوم جانوں کے قتل کا خون ریاست کی گردن پر ہے۔ اس دریا کے کنارے پر نہ کوئی وارننگ بورڈ، نہ کوئی حفاظتی دیوار، نہ کسی ادارے کی موجودگی۔ سیاحتی مقام ہونے کے باوجود نہ کوئی ایمرجنسی پلان، کوئی لائف گارڈ اور نہ کوئی ابتدائی امداد کی سہولت موجود تھی۔ مقامی لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت لاشیں نکالیں اور سرکاری ادارے روایتی بے حسی کے ساتھ تاخیر سے پہنچے، رسمی تعزیت کی اور تصویریں کھنچوا کر واپس لوٹ گئے۔ ایسے ہی بعض دیگر علاقوں میں کاروں کا دریا میں گرنا، خاندان کے افراد کا پانی کی تند و تیز لہروں میں بہہ جانا اور پھر ان کے بچاؤ کے لیے سرکاری اداروں کی ناکامی اور سست روی۔ یہ کوئی حادثے نہیں، یہ تو ایک اجتماعی قتلِ ناگہانی کا منظرنامہ ہے۔ یہ صرف چند جانوں کا زیاں نہیں، یہ تو ہماری انسانی حساسیت کی موت کا اعلان ہے۔

یہ واقعات ہمارے ہنگامی ردِعمل کے نظام کی مکمل ناکامی کا ثبوت ہیں اور ان سرکاری اداروں کی بے حسی کا منہ بولتا ثبوت ہے جو عوام کے ٹیکسوں پر پلتے ہیں۔ کیا ایک خاندان کی تڑپتی ہوئی آہیں، ان کے انتظار میں تکتے ہوئے رشتہ داروں کے آنسو، ہمارے حکمرانوں کے کانوں تک پہنچتے ہیں؟ یا پھر یہ آوازیں بھی چودہ اگست کے شور میں گم ہوجائیں گی؟ دریائے سوات کی لہریں آج بھی بہتی ہیں، مگر ان میں ایک خاندان کی خاموش چیخوں کی گونج سنائی دیتی ہے، جو ہمارے ضمیر کو للکارتی ہے۔

ایک بے حس ریاست، لاچار عوام اور ایک ایسا سماج جو دُکھ سہنے کا عادی ہوچکا ہے۔ ہم صرف ماتم کرنا جانتے ہیں، سوال اٹھانا نہیں۔ ہم صرف موم بتیاں جلاتے ہیں، نظام بدلنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ ہمارا میڈیا صرف جذبات سے کھیلتا ہے، ذہنوں کو نہیں جگاتا۔ یاد رکھیے! جب ''آزادی'' صرف جھنڈیاں لگانے اور نغمے سننے تک محدود ہوجائے اور انسان کی زندگی کی کوئی وقعت نہ رہے تو یہ آزادی نہیں، بلکہ غلامی کی نئی شکل ہوتی ہے۔ (بقیہ: صفحہ 12 پر)

www.rahimia.org

افکارِ شاہ ولی اللہؒ

مترجم: مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری

احادیث کی روشنی میں ''عقل'' سے متعلق مقاماتِ احسان (4)

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰہِ البالِغه''میں فرماتے ہیں:

(10۔مقامِ ''مُحدَّثیّت'' کی تشریح)

''مُحدَّث'' کی حقیقت یہ ہے کہ اُس کا نفس عالمِ ملکوت میں علم کے بعض ایسے معادِن (سرچشموں) کی طرف اچانک چلا جاتا ہے، پھر وہ وہاں سے ایسے علوم اَخذ کرتے ہیں، جنھیں حق تبارک وتعالیٰ نے وہاں تیار کیا ہوتا ہے، تاکہ آئندہ چل کر وہ نبی اکرم ﷺ کی شریعت کے طور پر نافذ العمل ہوں اور اُن علوم سے بنی آدم کے نظام کی اصلاح ہوجائے۔ اگرچہ وہ علوم ابھی تک نبی اکرمؐ پر وحی کی صورت میں نازل نہیں ہوئے ہوتے۔ ''مُحدَّث''کی مثال ایک ایسے آدمی کی طرح ہوتی ہے کہ جو اپنے خوابوں میں بہت سے ایسے حوادث وواقعات دیکھتا ہے، جن کے عالَمِ ملکوت میں موجود ہونے پر وہاں اجماع ہوچکا ہوتا ہے۔ ''مُحدَّث''کی خصوصیات درجِ ذیل ہیں:

(الف): بہت سے واقعات کے ضمن میں ''مُحدَّث''کی رائے کے موافق قرآن حکیم نازل ہوتا ہے۔ (جیسا کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے روایت (متفق علیہ، مشکوٰۃ، حدیث:6042) کیا ہے کہ: ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بہ طورِ مُحدَّث فرماتے ہیں کہ: ''مَیں نے اپنے ربّ کی تین کاموں میں موافقت کی ہے:

(1) مقامِ ابراہیم کے بارے میں (یعنی جب نبی اکرمؐ نے حج کے موقع پر بیت اللہ کا طواف کیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے آپؐ سے عرض کیا کہ: ''یہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''ہاں!''۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''کیوں نہ ہم اس کو اپنا مصلّیٰ بنالیں''۔ اس پر قرآن حکیم میں یہ آیت نازل ہوئی: ''اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ''، (2-البقرہ:125) (تفسیر ابن کثیرؒ) چناں چہ طواف کے بعد کی دو رکعات واجب الطّواف اس جگہ پڑھی جاتی ہیں)۔

(2) حجاب میں: (یعنی عورتوں کے پردے سے متعلق حضرت عمرؓ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا تھا کہ: ''یارسول اللہ! کاش کہ آپ عورتوں کو پردے کا حکم دیتے، اس لیے کہ ان کے سامنے نیک اور بد تمام لوگ آتے جاتے ہیں''۔ اس پر پردے کی آیت نازل ہوئی کہ: ''اے نبی کہہ دے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو نیچے لٹکالیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں'')۔ (33-الاحزاب:59)

(3) غزوۂ بدر کے قیدیوں کے بارے میں: (یعنی جب غزوۂ بدر میں کفارِ مشرکین کے قیدی گرفتار ہوکر آئے تو رسول اللہؐ نے صحابہ کرامؓ سے ان قیدیوں کے بارے میں مشورہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمھیں ان پر قدرت دی ہے، کل یہ تمھارے بھائی تھے''۔ اس پر حضرت عمرؓ کھڑے ہوکر کہا کہ: ''ان کی گردنیں اُڑادی جائیں''۔ جب کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مشورہ دیا کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ چناں چہ آپؐ نے انھیں معاف کردیا اور ان سے فدیہ قبول کرلیا۔ اس پر آیت نازل ہوئی کہ: ''نبی کو نہیں چاہیے کہ اپنے ہاں رکھے قیدیوں کو جب تک خوب خون ریزی نہ کرلے ملک میں، تم چاہتے ہو اسباب دنیا کا اور اللہ کے ہاں چاہیے آخرت''۔ (8-الانفال:67-68)

(ب) اور یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے خواب میں دیکھا کہ آپؐ نے اچھی طرح دودھ پینے کے بعد بچا ہوا دودھ انھیں (یعنی حضرت عمر فاروقؓ کو) عطا فرمایا ہے۔

(جیسا کہ بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَیں سو رہا تھا، (اسی حالت میں) مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا گیا۔ مَیں نے (خوب اچھی طرح) پی لیا، حتیٰ کہ مَیں نے دیکھا کہ (دودھ کی) تازگی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے۔ پھر مَیں نے اپنا بچا ہوا (دودھ) عمر بن الخطاب کو دے دیا''۔ صحابہؓ نے پوچھا: آپ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ آپؐ نے فرمایا ''علم''۔ (صحیح بخاری، حدیث:82)

(خلافت کے حوالے سے ''صدّیق''اور''محدَّث'' کے مقامات)

''صدّیق'' کا مقام خلافت کے حوالے سے سب لوگوں سے زیادہ ہے، اس لیے کہ ''صدّیق'' کا نفس، نبی اکرمؐ کے لیے مخصوص عنایتِ الٰہی، ''صدّیق'' کی طرف سے نبی اکرمؐ کی خاص نصرت اور اُن کی آپؐ کی خاص تائید کا ''وکر'' (ٹھکانہ اور پیرہن) ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ نبی اکرمؐ کی روح مبارک، صدیق کی زبان سے بات کرتی ہے۔ یہ بات حضرت عمر فاروقؓ نے لوگوں کو صدیق اکبرؓ کی بیعت کی دعوت دیتے ہوئے فرمائی تھی کہ: ''اگرچہ محمد ﷺ وفات پاچکے ہیں، پس اللہ تعالیٰ نے تمھارے درمیان ایک نور رکھا ہے، جس سے تم ہدایت حاصل کرو۔ اُسی طریقے پر جو اللہ تعالیٰ محمدؐ کو ہدایت دی تھی۔ اور بے شک ابوبکر صدیقؓ رسول اللہؐ کے ساتھی اور ''ثانی اثنین'' (دو میں سے دوسرے) ہیں۔ پس بے شک وہ تمھارے اُمور کے سلسلے میں مسلمانوں میں سب سے بہترین ہیں۔ پس تم کھڑے ہو اور ان کی بیعت کرو''۔ (رواہ البخاری، حدیث:7219)

خلافت کے لیے لوگوں میں سب سے زیادہ بہتر ''صدّیق'' کے بعد ''مُحدَّث'' ہیں اور وہ اس لیے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ: ''میرے بعد ان دو آدمیوں؛ ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتدا کرنا''۔ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ، حدیث:6052) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ''اور جو لے کر آیا سچی بات اور سچ مانا جس نے اس کو، وہی لوگ ہیں ڈر والے''۔ (39-الزمر:33) حضرت علیؓ نے اس آیت کی تشریح میں فرمایا ہے کہ: ''جو لے کر آیا سچی بات''، اس سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور ''سچ مانا جس نے اس کو''، اس سے مراد ابوبکر صدیقؓ ہیں''۔ (الدرالمنثور، ج:5، ص:328)

اسی طرح حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمایا: ''بے شک تم سے پہلے لوگوں میں مُحدَّثُون (ایسے لوگ تھے جن سے اللہ کی طرف سے بات کی جاتی تھی) ہوتے تھے، اگر کوئی میری اُمت میں مُحدَّث ہے تو وہ عمر ہے''۔ (صحیح مسلم، حدیث:7563) (ابواب الاحسان، باب:4، المقامات والاحوال)

www.rahimia.org

اسلامی دور کی ناقابلِ فراموش شخصیات

مفتی محمد اشرف عاطف، لاہور

عثمانی سلطنت کے چوتھے حکمران؛ بایزید یلدرم

مراد اوّل کی کئی اولاد تھی، لیکن مراد کے بعد جو حکمران بنے اور ''یلدرم'' کے لقب سے شہرت پائی، وہ بایزید یلدرم ہیں، جن کی حکومت کا دورانیہ 1389ء تا 1402ء، یعنی 13 سال پر محیط ہے۔ یلدرم کے معنی بجلی کے ہیں۔ یعنی ان کے کاموں اور جنگی حکمتِ عملی میں بجلی کی سی تیزی تھی۔ وہ بہت سے محاذوں پر فتح یاب ہوئے۔ خصوصاً نیکوپولس کی جنگ میں صلیبی افواج کو شکست دی۔ صلیبی اتحاد میں فرانس، جرمنی اور ہنگری کی افواج شامل تھیں۔ اس طرح انھوں نے سربیا، بلغاریا اور کئی بلقانی ریاستوں کو سلطنتِ عثمانیہ میں شامل کیا۔ 1394ء میں قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔

حالات کی تبدیلی: اِدھر بایزید قسطنطنیہ پر حملے کی تیاری کر رہا تھا، تو اُدھر عثمانی سلطنت کے ایشیائی علاقوں میں انقلاب انگیز حالات رونما ہونے لگے۔ بایزید جس نے بارہ سال کے عرصے میں مسلسل کامیابیاں سمیٹیں، یورپ کی متحدہ افواج کو شکست دے کر صلیبی اتحاد کی قوت کو پاش پاش کر دیا، لیکن آنے والے دو سالوں میں ایسی شکست سے دوچار ہونا پڑا، جس سے اس کی فتوحات پر پانی پھر گیا۔ سلطنت عثمانیہ کی عظمت وقتی طور پر خاک میں مل گئی۔ خود یزید کے آخری ایام بھی قید میں بے بسی کے عالَم میں بسر ہوئے۔

ہوا یوں کہ تاتاری حکمران امیر تیمور، جس کی سلطنت دیوارِ چین سے لے کر ایشیائے کوچک تک پھیلی ہوئی تھی، قرب و جوار کی تمام ریاستوں کو فتح کر کے سمرقند کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ تیمور کی حکومت جارجیا اور بحرِ کسپیئن کے دوسرے مغربی ممالک میں قائم ہو چکی تھی، جب کہ سلطنتِ عثمانیہ کی سرحدات بھی جارجیا تک پہنچ چکی تھیں۔ دونوں حکومتوں کی سرحدات قریب ہونے کی وجہ سے تصادم کے امکانات موجود تھے۔ تیمور کی سلطنت کے بعد سلطنتِ عثمانیہ ہی سب سے بڑی سلطنت تھی۔ بایزید یلدرم سابقہ فتوحات کے پیشِ نظر تیمور کی قوت و حکمتِ عملی کا صحیح طور پر اندازہ نہیں کر سکا اور ایک ایسے فاتح کو برانگیختہ کر دیا جس کی دہشت سے بڑے بڑے حکمرانوں کی تخت متزلزل تھے۔

سرحدی جھگڑوں کے علاوہ اَور بھی بہت سے معاملات کی وجہ سے باہمی آویزش بڑھنے لگی۔ دونوں حکمرانوں کے درمیان تلخ خط و کتابت بھی ہوئی۔ بالآخر جنگ کی نوبت آ گئی۔ 1400ء میں تیمور نے آرمینیا کی طرف سے داخل ہو کر ''سیواس'' کا محاصرہ کر لیا، جو چند سال پہلے ہی یزید کی افواج نے فتح کیا تھا۔ شہر کی حفاظت یزید کے بیٹے ارطغرل کے سپرد تھی۔ تیمور نے اس شہر پر قبضہ کر لیا اور چار ہزار آرمینیائی باشندوں کو زندہ دفن کر دیا اور بایزید کے بیٹے کو بھی قتل کر دیا۔ اُدھر بایزید جو قسطنطنیہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھا، ''سیواس'' کے مفتوح ہونے اور بیٹے کے قتل ہونے پر فوراً وہاں سے روانہ ہوا اور تیمور کے مقابلے کے لیے وہاں پہنچا، لیکن تیمور اس دوران شام و مصر کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ دو سال کے بعد پھر دونوں میں باہمی خط و کتابت شروع ہوئی، جو پہلے سے بھی زیادہ تلخ تھی۔ (بقیہ: صفحہ 12 پر)

ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، اسلام آباد

دبئی کا معاشی ماڈل

حالیہ بجٹ میں مال داروں کو ٹیکسوں میں نہ صرف چھوٹ دی گئی، بلکہ طاقت ور اور پُراثر اشرافیہ سے متعلق کاروباری اداروں کے بجٹ میں قومی سلامتی، سبسڈیوں اور گرانٹس کے نام پر خوب پیسہ مختص کر دیا گیا۔ دوسری جانب عام عوام پر تاریخی ٹیکس لگا دیے گئے۔ جن شعبہ جات میں پاکستانی عموماً سرمایہ کاری کے عادی ہو چکے تھے، ان تمام پر بے رحمی سے ٹیکس لگا دیے گئے۔ چناں چہ اس مدت کے دوران صرف متحدہ عرب امارات میں پاکستانیوں نے دو ارب ڈالر سالانہ کی رفتار سے سب سے زیادہ سرمایہ کاری کی۔ ملکی معیشت اور ٹیکس سے متعلق چیلنجز کے پیشِ نظر ہر بڑا اور چھوٹا سرمایہ کار ملک سے باہر محفوظ معیشتوں میں سرمایہ کاری کی حکمتِ عملیاں بنا رہا ہے۔ اس سے انھیں دو فائدوں کی توقع ہے: ایک گرتی ہوئی پاکستانی کرنسی کے خلاف بند باندھا جا سکے اور دوسرا پاکستان میں ارتقاپذیر بے رحم ٹیکسیشن کے نظام کی ریشہ دوانیوں سے بچا جا سکے۔

گزشتہ دنوں راقم الحروف کا دبئی جانا ہوا اور متعدد سرمایہ کاروں سے ملاقات کا موقع ملا۔ اس وقت برطانیہ، بھارت، چین، روس، ایران، سوڈان اور پاکستان سے بہت بڑی تعداد میں تارکینِ وطن وہاں پہنچ رہے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ وہاں پاکستان سے پانچ گنا زیادہ قوتِ خرید درکار ہے، لیکن پھر بھی پوری دنیا سے لوگ وہاں کھنچے چلے آ رہے ہیں۔ خلیجی ریجن میں کشیدگی بھی اس عمومی رُجحان کا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔ چالیس لاکھ کی آبادی کا یہ شہر سالانہ تین سے چار فی صد کی رفتار سے بڑھ رہا ہے اور اس میں پچانوے فی صد غیرملکی تارکینِ وطن ہیں۔ یہ لوگ اپنے ملکوں سے صرف ہجرت نہیں کرتے، بلکہ مہارتیں اور وسائل بھی لے کر آتے ہیں۔ صرف پاکستان سے گیارہ ارب ڈالر پراپرٹی سیکٹر میں اب تک لگائے جا چکے ہیں، جو پاکستان کو اس قسم کی سرمایہ کاری میں دوسرے نمبر پر لے آتا ہے۔ ایسے ہی افریقا میں جنگوں کی وجہ سے لگ بھگ چار سو ٹن سونا سالانہ وہاں پہنچتا ہے اور پوری دنیا سے اس کی مقدار ایک ہزار ٹن تک جا پہنچتی ہے۔ دبئی کے امن و امان کا نظام اور تارکینِ وطن کے لیے مالیاتی لین دین کے لگے بندھے اُصول اور مستحکم عدالتی نظام انھیں اس قابل بناتا جا رہا ہے کہ وہاں زیادہ سے زیادہ سرمایہ کار پہنچیں، لیکن غور کرنے کی بات یہ ہے کہ وہاں کا چھوٹا بڑا سرمایہ کار اس خیال کا حامل ہے کہ دنیا میں جہاں بھی لڑائی ہوگی، وہاں کا پیسہ دبئی میں ہی آئے گا۔ اس کے علاوہ کالے دھن کی محفوظ پناہ گاہ بھی یہی ہے۔ اس لیے یہاں کی سرمایہ کاری ڈوبنے نہیں پائے گی، لیکن اس سب کے لیے کئی ممالک کو قرضوں کے سمندر میں ڈوبنا ہوگا اور بدامنی کو گلے لگانا ہوگا، کیوں کہ یہ ایک ایسا ماڈل ہے جو دوسروں کی غلامی، غربت اور امن کی قیمت پر کھڑا ہے۔ جب تک ہمارے جیسے ممالک پر لالچی اور کم ظرف لوگ مسلط رہیں گے، دبئی ترقی کرتا رہے گا اور دنیا میں جنگیں جاری و ساری رہیں گی، کیوں کہ وقت کے فرعونوں اور قارونوں کی یہی ضرورت ہوتی ہے۔

www.rahimia.org

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

لیفٹیننٹ کرنل مامادی ڈومبوئے

(افریقا کا بدلتا ہوا عالمی کردار: نوآبادیاتی زنجیروں سے آزادی تک کا سفر)

افریقا – جسے تاریخ میں "اُمُّ الأرض" (ماں براعظم) کا درجہ حاصل ہے – صدیوں تک یورپی استعماری قوتوں کی چیرہ دستیوں کا شکار رہا ہے۔ نوآبادیاتی دور میں اس کے وسائل کو لوٹا گیا، اس کی نسلوں کو غلام بنایا گیا اور اس کے معاشروں کو مصنوعی سرحدوں میں بانٹ کر "پتھر کے دور" میں دھکیل دیا گیا۔ آج ایک نئی صبح کی کرن نمودار ہو رہی ہے: افریقی ممالک اپنی خودمختاری بحال کرنے، بیرونی مداخلت کو مسترد کرنے اور عالمی سیاست میں اپنا جائز مقام حاصل کرنے کی راہ پر گامزن ہیں۔ نوآبادیاتی استحصال ایک تاریک وِرثہ ہے۔

معاشی لوٹ کھسوٹ: یورپی طاقتوں (برطانیہ، فرانس، بیلجئیم) نے افریقا کے معدنی وسائل، زرعی زمینیں، اور انسانی وسائل (غلامی) کا بے رحمانہ استحصال کیا۔ مثال کے طور، کانگو میں بیلجئیم کے کنگ لیوپولڈ دوم کے دور میں لاکھوں افراد کو ربڑ کے باغات میں مشقت پر مجبور کیا گیا۔ برلن کانفرنس (1884ء-1885ء) میں افریقا کی مصنوعی سرحدیں متعین کی گئیں، جس نے نسلی و ثقافتی تنازعات کو جنم دیا۔ یہ تقسیم آج بھی قبائلی جنگوں اور خانہ جنگیوں کی بنیادی وجہ ہے۔

ثقافتی تحقیر: افریقی تہذیبوں کو "وحشی" اور "پس ماندہ" قرار دے کر یورپی ثقافت کو برتر ثابت کیا گیا۔ یہ "ذہنی اپاہج پن" کا شاخسانہ تھا، جس نے افریقی شناخت کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ 2023ء میں افریقی امن وفد (سینیگل، جنوبی افریقا، زیمبیا کے رہنماؤں پر مشتمل) نے روس-یوکرین جنگ بندی کے لیے ثالثی کا کردار ادا کرنے کی کوشش کی، تاہم یورپی قیادت نے ان کی کوششوں کو "نااہل" سمجھتے ہوئے نظرانداز کر دیا۔ اس ردِعمل کی وجوہات: نسلی تعصب: افریقی رہنماؤں کو "کالا، کمزور، کمتر" سمجھا گیا، جو نوآبادیاتی ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے۔ عالمی فیصلہ سازی ادارے (سیکیورٹی کونسل) میں افریقا کا نمائندہ حق نہ ہونا۔ مثال کے طور پر اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کے 5 مستقل ارکان میں سے کوئی افریقی ملک نہیں۔ یورپی ممالک جنگ سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اسلحہ فروخت کر کے معیشت چمکاتے ہیں، جب کہ افریقا خوراک اور ایندھن کی قلت کا شکار ہوتا ہے۔ حالیہ برسوں میں افریقا (مالی، برکینا فاسو، نائیجر، گیبون) میں فوجی بغاوتوں کا سلسلہ درحقیقت بیرونی مداخلت کے خلاف بغاوت ہے۔

1۔ ابتدائی زندگی، فوجی تربیت اور بغاوت کا تناظر: فوجی خاندانی پس منظر: ڈومبوئے کا تعلق گنی کی فوجی اشرافیا سے تھا۔ ان کے بیٹے ابراہیم ٹراورے (پیدائش: 1984ء) بھی فوجی اکیڈمی (Prytanée Militaire de Kindia) سے فارغ التحصیل تھے اور گنی کی مسلح افواج میں "کمانڈو" یونٹ کے رُکن رہے۔ دونوں نے فرانس اور اسرائیل میں خصوصی فوجی تربیت حاصل کی۔ صدارتی محافظ دستے: ڈومبوئے نے گارڈز یونٹ اور صدارتی سلامی دستے Bataillon Autonome des Troupes Aéroportées (BATA) کی کمانڈ کی، جو انھیں حکومتی حساس معلومات تک براہِ راست رسائی دیتا تھا۔ بغاوت کا محرک: صدر الفا کونڈے کے خلاف بدعنوانی، آئینی مدت میں توسیع اور معاشی بحران سے عوامی غم و غصہ پھوٹا۔ 5/ستمبر 2021ء کو ڈومبوئے نے خصوصی فورسز کے ساتھ صدارتی محل پر قبضہ کر کے کونڈے کو گرفتار کر لیا اور ریاستی ٹی وی پر "حکومت و آئین کے خاتمے" کا اعلان کیا۔

2۔ عبوری حکومت کا ڈھانچہ اور سیاسی اقدامات: قومی کمیٹی کی تشکیل: ڈومبوئے نے "قومی کمیٹی آف ری کنسیلی ایشن اینڈ ڈیولپمنٹ" (CNRD) قائم کی اور خود کو عبوری صدر مقرر کیا۔ ابتدائی عوامی حمایت کے باوجود تمام احتجاجی gatherings پر پابندی عائد کر دی گئی۔ منتقلی کا متنازعہ ٹائم لائن: ابتدائی وعدہ: 39 ماہ کی عبوری مدت۔ بعد میں ایڈجسٹمنٹ: 24 ماہ (جنوری 2025 تک)۔ نئے آئین کا مسودہ: ستمبر 2025ء میں ریفرنڈم اور دسمبر 2025 میں انتخابات کا اعلان، مگر مخالفین کا خیال ہے کہ یہ ڈومبوئے کو طویل مدتی اقتدار دلانے کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے۔

3۔ معاشی پالیسیاں: کان کنی، بحالی اور چیلنجز: کان کنی کے شعبے میں اصلاحات: گنی دنیا کا دوسرا بڑا بوُکسیٹ پیدا کرنے والا ملک ہے۔ ڈومبوئے نے سونے، بوُکسیٹ اور Simandou لوہے کے ذخائر سے وابستہ معاہدوں کا جائزہ لے کر "عوامی آمدنی بڑھانے" کا وعدہ کیا۔ بنیادی ڈھانچے کی بحالی: بجلی کی قلت (ملک کے 30% علاقوں میں مستقل بندش)، مہنگائی (2024 میں 12%) اور بیروزگاری (60% نوجوان بے روزگار) جیسے مسائل ابھی حل طلب ہیں۔ بین الاقوامی پابندیاں: ECOWAS پابندیوں نے معیشت کو دباؤ میں ڈالا، جس کے سبب زرِمبادلہ کے ذخائر کم ہوئے اور بیرونی قرض 22.23 ارب روپے تک پہنچ گیا۔ گنی کی معاشی صورتحال کے اہم اشاریے: بیرونی قرض: 22.23 ارب روپے۔ مہنگائی کی شرح: 12% (2024ء)۔ بجلی تک رسائی: آبادی کا 70%۔ بے روزگاری (نوجوان): 60%۔

4۔ بین الاقوامی تعلقات: فرانس سے محاذ آرائی، نئے اتحاد: AU/ECOWAS کا ردِعمل: بغاوت کے فوری بعد رُکنیت معطل کر دی گئی اور فوجی حکمرانوں پر پابندیاں لگائی گئیں۔ جنوری 2024ء میں پابندیاں نرم کی گئیں، لیکن "جمہوری منتقلی" کے لیے دباؤ جاری ہے۔ فرانس کے ساتھ تنازع: فوجی اڈے بند کیے گئے۔ فرانسیسی سفیر کو ملک بدر کیا گیا۔ روس کے ساتھ نئے فوجی معاہدے پر دستخط کیے گئے۔ چین اور روس کا کردار: چینی کمپنیوں نے بوُکسیٹ منصوبوں میں سرمایہ کاری جاری رکھی، جب کہ روس نے سیکیورٹی تعاون اور ہتھیاروں کی فراہمی کو وسعت دی۔

5۔ انسانی حقوق اور داخلی دباؤ: احتجاج پر پابندیاں: CNRD نے تمام سیاسی اجتماعات پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔ ستمبر 2022ء میں کوناکری میں مظاہرین پر فائرنگ کے واقعات رپورٹ ہوئے۔ عدالتی خودمختاری پر تنقید: سپریم کورٹ کے 1993ء کے ریکوڈک معاہدے کو کالعدم قرار دینے کے فیصلے (جس پر 200 ملین ڈالر کی سرمایہ کاری تھی) کے بعد غیرملکی سرمایہ کاروں میں خدشات پیدا ہوئے۔ (بقیہ: صفحہ 12 پر)

www.rahimia.org

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

اگست کے مہینے میں
استعماری مظالم کے نمونے

9/اگست 2024ء کو حضرت اقدس شاہ مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

’معزز دوستو! کتابِ مقدس قرآن حکیم کی تعلیمات میں اہم ترین بات یہ ہے کہ انسان اپنے گرد و پیش کے حالات کا درست طور پر تجزیہ کریں، اپنی عقل و شعور اور اپنی فہم و بصیرت بروئے کار لائیں اور حقائق کے تناظر میں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’کیا انھوں نے ملک میں سیر نہیں کی؟ پھر ان کے ایسے دل ہو جاتے، جن سے سنتے۔ پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، بلکہ دل جو سینوں میں ہیں، اندھے ہو جاتے ہیں‘‘۔ (22-الحج:46) قرآن حکیم نے اس آیت میں علم کے تینوں ذرائع (دل، آنکھ اور کان) کے ساتھ زمین میں چلنے پھرنے اور معلومات لینے کا حکم دیا ہے، تاکہ انسان ان سے بصیرت حاصل کرے۔ یہ آیتِ مبارکہ قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اپنی عقل و شعور کا استعمال کریں۔

آج 9/اگست کا وہ ظالم اور سفاک دن ہے جس میں دنیا کے سب سے بڑے شیطان اور ظالم نے ایک پوری قوم پر ایٹم بم گرا کر اسے تباہ و برباد کر دیا تھا۔ ناگاساکی پر آج کے ہی دن 9 اگست کو بم گرایا گیا تھا، جس میں لاکھوں انسان قتل ہوئے اور آج تک اس کے اثرات بھگت رہے ہیں۔ یہ اگست کا مہینہ ایشیائی ممالک کے لیے تباہی اور بربادی کا مہینہ ہے۔ دنیا کے اس دور کے فرعون؛ یورپین بھیڑیوں اور امریکی جلادوں نے اس دھرتی کی تباہی اور بربادی کے لیے فیصلے کیے ہیں اور تمھارے دل غافل ہیں۔ قرآن کہتا ہے: ذرا دل سے عقل و شعور حاصل کرو، آنکھیں کھلی رکھو، کانوں کو کھلا رکھو کہ تاریخ میں ان معصوم انسانوں کی چیخ کیا ہے، جو 6 اگست اور 9 اگست کو لمحوں کے اندر ملیا میٹ ہو گئے؟ پہلا بم 6/اگست کو ہیروشیما پر اور 9/اگست کو ناگاساکی پر گرایا گیا۔ ان انسانوں کا کیا قصور تھا؟ یہ جنگ کا کون سا طریقہ تھا کہ جس کے ذریعے سے نہتے انسانوں، آبادیوں کو تباہ و برباد کر دیا؟ آج اس دن میں کتنے دل ہیں جو اس سے وہ نتائج حاصل کرتے ہیں کہ کون ظالم تھا اور کون مظلوم؟ پورا ایشیا مظلوم، ایشیائی اقوام مظلوم تھیں۔

وہ اگست کا ہی مہینہ تھا جب امریکا کے صدر نے برطانیہ کے وزیر اعظم سے کہا تھا کہ تم ہندوستان پر سے اپنا تسلط اور قبضہ چھوڑو، ہندوستان کو تقسیم کر کے ہمارے حوالے کرو۔ وہ اگست کا مہینہ ہی تھا کہ جب یہ ایٹم بم گرایا گیا اور 15/اگست 1945ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن۔ جو نیوی کا اس جگہ کا بڑا افسر تھا۔ کے سامنے جاپانی فوج نے ہتھیار ڈالے، تو اس متکبر کا سینہ اچھل کر 10 فٹ ہو گیا۔ اسی ظالم اور سفاک انسان کو مارچ 1947ء میں ہندوستان بھیجا گیا، جس نے ہندوستان کو تقسیم کرنے کے ساتھ ہندوستانی قوم کو غلامی کے نئے دور میں داخل کرنے پر فخریہ اعلان کیا اور نئے نوآبادیاتی دور میں داخل کیا‘‘۔

بھیڑیا صفت حکمرانوں کے کرتوت

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ آخری زمانے میں ایسے حکمران آئیں گے جو باتیں بڑی میٹھی میٹھی کریں گے، جمہوریت کا درس دیں گے، امن کی باتیں کریں گے، لیکچر جھاڑیں گے، لیکن ’’قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الذِّئَابِ‘‘ (ان کے دل بھیڑیے کے سے دل ہوں گے) (ترمذی: 2404)۔ بھیڑیا جیسے بھیڑوں کو اُچک لے جاتا ہے، ایسے ہی کولمبس کے دیس کے باسیوں کے دل بھیڑیے کی طرح سخت ہیں۔ کولمبس امریکا پہنچا تو خود اپنی ڈائری میں لکھتا ہے کہ وہاں کی جس آبادی نے ہمارا استقبال کیا، انہیں کوئی اسلحے اور لوہے کا پتہ نہیں تھا۔ اتنے سادہ ہیں کہ ہم ان کو بہت اچھے طریقے سے غلام بنا کر اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ اور پھر بے چاروں کی سادگی کو استعمال کرتے ہوئے انھیں غلام بنا کر پورے یورپ میں سپلائی دی گئی، بیچا گیا، اور جب وہ تنگ آ کر مقابلے پر آئے تو ان کا قتلِ عام کر کے تمام کو برباد کر دیا۔ اب چند لاکھ ریڈ انڈینز اس امریکا کے اندر موجود ہیں، جس کی پوری تاریخ، اس امریکا پر قبضے کی ظلم کی ایک پوری کہانی ہے۔

آج لوگ بڑے شوق سے کہتے ہیں: امریکا تو یہ بڑا اچھا ملک ہے، بس امریکا کا ویزہ مل جائے تو سارے امریکا پہنچنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ بھائی! امریکا ایک بدمعاش ملک ہے، جس کی بنیاد اور اساس ظلم پر ہے۔ سفاکی جن کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ خاص طور پر وہاں کی حکمران، رولنگ کلاس۔ عام شہری کی بات نہیں ہو رہی۔ اس ظالم اور سفاک حکومت اور اسٹیبلشمنٹ کی بات ہے، جس نے کولمبس کے زمانے سے ایٹم بم گرانے تک اور اُس کے بعد سے آج تک پورے ایشیا میں تباہی اور بربادی پھیلائی، افریقا میں تباہی پھیلائی، ملکوں کی حکومتیں بدلیں، ملکوں پر قبضے کیے، ان کو غلام بنایا گیا، میڈیا کے پروپیگنڈے کے ذریعے ان کے ذہن غلام بنائے گئے۔

پھر یہی نہیں کہ اس کے نتیجے میں جاپان کو سرنگوں کیا، انڈیا میں سے برطانیہ کا بوریا بستر گول کر کے اس برِعظیم پاک و ہند کے ٹکڑے اسی امریکا نے کروائے۔ اسی اگست ہی کے مہینے میں ملک تقسیم کر دیے، ریاستیں تقسیم کر دیں۔ آپ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم نے اس مہینے میں آزادی لی۔ اس کے نتیجے میں جو بے ہنگم بندر بانٹ ہوئی اور ملکی تباہی اور بربادی ہوئی، لاکھوں انسان قتل ہوئے اور کروڑوں اپنے گھروں سے نکالے گئے، مہاجر بنے، اور اس کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔

قرآن نے کہا ہے کہ ہوش میں آؤ اور عقل اور شعور اختیار کرو، جس سے تم سمجھو کہ یہ واقعی ظالم ہے۔ آج کا دن (9/اگست) آتا ہے اور گزر جاتا ہے، چند ایک سر پھرے لوگ اس دن میں امریکا کی سفاکی کا تذکرہ کرتے ہیں، ورنہ آپ کی پارلیمنٹ کے ایوانوں میں، عدالتوں میں، ہر جگہ سناٹا ہے۔ آپ کے علما کے منبر اور محراب پر اس تاریخی سفاکی پر کوئی گفتگو نہیں! اس ظلم پر تو خاص طور پر ایشیائی لوگوں کو چیخ اُٹھنا چاہیے‘‘۔

www.rahimia.org

اگست: تاریخی واقعات پر غور و فکر کا مہینہ ہے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’اگست کا مہینہ عبرت کا مہینہ ہے، حقائق کو جاننے کا مہینہ ہے، دلوں کو کھلے رکھ کر عقل و شعور کے استعمال کرنے کا مہینہ ہے۔ قرآن حکیم یہی دعوت دیتا ہے۔ کیوں کہ جس مہینے میں، جس دور میں جو فتنہ برپا کیا گیا ہو، جو ظلم ڈھایا گیا ہو، جو انسانیت کش واردات کی گئی ہو، اس موقع کی برسی یہ ہوتی ہے کہ اس دور میں قرآن کا جو عبرت کا نظام ہے، جس چیز کی دعوت قرآن دے رہا ہے، اس کو اپنایا جائے۔ دل کھولو، دماغ کھولو، آنکھیں کھولو، مشاہدہ کرو، گرد و پیش کے حقائق کا جائزہ لو، اور معاشروں کی تباہی اور بربادی کے بنیادی اقدامات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ گزشتہ 80 سال کی تاریخ اٹھا کر پڑھو، سیر کرو، مشاہدہ کرو۔ ذرا جا کر دیکھو کہ کیا حالت ہے معذور جاپانیوں کی، کیا حالت ہے افریقا کے ان مفلوج ملکوں کی، کیا حالت ہے اپاہج ایشیا کی۔ باہر جا کر نہیں دیکھ سکتے تو اپنے ملک میں دیکھ لو کہ کتنے غدار پیدا کیے، کتنے حریت پسندوں کو پھانسی چڑھایا گیا، کتنے مظالم ڈھائے گئے، کیسے سندھ کا ایک غریب ہاری بڑے ظالم جاگیردار کے سامنے ذلیل اور رسوا ہو رہا ہے، ذرا سیر تو کرو زمین کی! اپنی دنیا میں مگن ہو، اپنی عیاشیوں میں ڈوبے ہو۔

جنوبی پنجاب کو دیکھو! کس طریقے سے وہاں کا مظلوم کسان اور مزدور بدحالی کی زندگی بسر کرتا ہے؟ تمھارا پانی کا نظام، بجلی کا نظام، سب تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے۔ اللہ نے کہا: ہم نے تمھیں مہلت دی ہے، اس مہلت کے زمانے میں دل و دماغ اور عقل و شعور کھول کر حقائق کا جائزہ لو، ظالموں کی طرف اپنا میلان روک دو۔ یاد رکھو! جو تاریخی واقعات اور تاریخی تجزیے اور مشاہدات سے ظالم ڈکلیئر ہو چکا ہے، جس کے ظالم ہونے میں نہ علمی اور عملی طور پر کوئی شک و شبہ ہے، نہ مشاہداتی طور پر کوئی شک ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اس ظالم کی طرف تمھارا میلان اور رُجحان نہیں ہونا چاہیے۔ اور اگر تمھارے دلوں میں ان ظالموں کے لیے کسی درجے کا بھی رجحان یا میلان پیدا ہوا، کوئی ہمدردی پیدا ہوئی، تو تمھیں بھی آگ پکڑ لے گی، تم بھی اس ظلم کی آگ میں ڈالے جاؤ گے، جب اُن ظالموں کو آگ میں ڈالا جائے گا تو تمھیں بھی ڈالا جائے گا۔ انسان کا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ جس کی پارٹی میں شامل ہو، جس کی تائید اور حمایت کر رہا ہو۔

پھر قرآن نے کہا کہ تمھارے لیے اللہ کے علاوہ نہ کوئی مددگار ہے اور نہ کوئی دوست ہے۔ انسان جب مصیبت میں پھنستا ہے تو بچنے کے دو ہی راستے ہوتے ہیں: یا تو آپ کے پیچھے کوئی بڑی طاقت ور قوت ہو، ’’ولی‘‘ اور حکمران ہو اور وہ آپ کو کسی دوسرے طاقت ور سے بچائے۔ اور اگر یہ نہ ہو تو پھر ’’نصیر‘‘، یعنی عوام کا اتنا ہجوم ہو کہ وہ طاقت ور سے اس مصیبت زدہ مظلوم انسان کو کھینچ کر لے آئے۔ قرآن نے ان دونوں راستوں کی نفی کی، کہ اگر تم ظالم کا ساتھ دو گے تو کوئی حکومت، طاقت یا کوئی ہجوم اللہ کی گرفت سے تمھیں چھڑا کر نہیں لے جا سکتا‘‘۔

9؍اگست کی بربریت اور تباہی نے اسے عبرت کا مہینہ بنا دیا ہے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’ظالموں کی طرف میلان اور رُجحان آج ایک فیشن بن چکا ہے۔ لوگوں کے ذہنوں پر امریکا اور برطانیہ بھوت کی طرح سوار ہے، خاص طور پر نوجوان نسل کے دماغوں پر۔ جاپان پر ایٹم بم گرانے میں یہ تین ملک ملوث ہیں: برطانیہ، کینیڈا اور امریکا۔ ان کا معاہدہ تھا کہ ایٹم بم ان تینوں کی اجازت اور حکم سے گرایا جائے گا۔ تینوں کی کور کمیٹی نے بم گرانے کی اجازت دی تھی، تب جاپان پر یہ بم گرایا گیا۔ تینوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ یہ ایٹم بم گرایا جائے، تباہی اُتاری جائے۔ سفاک اور ظالم ہونا ان ملکوں کے بارے میں ڈکلیئر ہو چکا ہے، اس میں لیڈر ہونے کا کردار امریکا نے ادا کیا، وسائل اس نے مہیا کیے، بنوایا اس نے، پورے یورپ کے سائنس دانوں کی کریم وہاں ایٹم بم بنانے کے لیے شریک ہوئی۔ وہ سارے شریکِ جرم ہیں۔ ایسی ٹیکنالوجی جس نے دنیا میں تباہی برپا کی۔ یہ غلط پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ جی روس بھی ایٹم بم بنا رہا تھا، جاپان بھی بنا رہا تھا، فلاں بھی بنا رہا تھا، تو اس لیے ہم نے پہلے بنا کر استعمال کر دیا۔

اس ایٹم بم سے اتنی تباہی بربادی آئی کہ آج تک انسانیت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کو استعمال کرنا کل انسانیت کی تباہی اور بربادی ہے۔ اس طرح کے ہتھیار جو انسانیت کے لیے تباہی اور بربادی کے موجب ہوں، ان کو مسلط کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔ قابیل نے دنیا میں سب سے پہلے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔ اب دنیا میں جتنے بھی قتل اور جرائم ہوں گے، قرآن نے کہا ہے کہ اس کو اس میں سے حصہ ضرور ملے گا۔ اسی طرح جس نے پہلا ایٹم بم بنایا، ایٹم بم استعمال کیا، باقی تمام دنیا کے ایٹم بموں کا جرم بھی اس امریکا کے سر ہے، ان ملکوں کے سر ہے جنھوں نے یہ سفاکیت کی۔

دلوں کی اساس پر حقائق کا جائزہ لے کر صحیح، نپی تلی رائے قائم کرنا، یہ انبیا علیہم السلام کا طریقہ ہے، یہ اولیاء اللہ کا طریقہ ہے، یہ صحابہ کا طریقہ ہے۔ آج مسلمان غفلت میں ہیں، بلکہ قسوتِ قلبی (دلوں کی سختی) میں مبتلا ہیں، بلکہ ظلمت کی سیاہی میں ہیں۔ ظالم کا ساتھ دے رہے ہیں، اس کے غلام ہیں، اس کے مفادات کے لیے کام کرتے ہیں۔ جو مسلمان ظالم کی حمایت کرتا ہے، اس کو صرف کچھ دنوں کے لیے مہلت ہے، پھر اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں ان کو پکڑ لوں گا، ان سب نے میرے پاس ہی آنا ہے۔

الغرض! ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور 9؍اگست کی مناسبت سے اس پورے مہینے کو یاد رکھنا چاہیے کہ جس میں ظلم و بربریت اور تباہی اور بربادی کی انتہا ہوئی ہے۔ اس لیے یہ اگست کا مہینہ عبرت اور غور و فکر کا مہینہ ہے۔ آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے دلوں سے مُردنی نکالیں، شعور اور جرأت پیدا کریں۔ وہ عقل پیدا کریں، جو اللہ تعالیٰ قرآن حکیم کے ذریعے سکھانا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن حکیم کو درست تناظر میں سمجھنے، صحیح رائے قائم کرنے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے‘‘۔ (آمین!)

www.rahimia.org

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کے مایۂ ناز شاگردوں میں ایک نام وادیٔ لولاب کشمیر سے تعلق رکھنے والے حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ کا بھی ہے۔ آپؒ ۲۷/ شوال المکرّم ۱۲۹۲ھ / 17/ اکتوبر 1875ء کو اپنے ننھیال بمقام دودھ ون (لولاب، کشمیر) میں سیّد محمد معظم شاہؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی اور عربی و فارسی کی تعلیم مولانا غلام محمد رصونیؒ سے حاصل کی۔ بعدازاں وادیٔ لولاب کے مختلف مدارس میں علمِ ہیئت، فلسفہ اور منطق کی تعلیم کے حصول میں مگن رہے۔ 1892ء میں مزید تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے۔ یہاں حضرت شیخ الہندؒ، مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ اور مولانا غلام رسولؒ وغیرہ کی شاگردی اختیار کی۔

دارالعلوم دیوبند کے قیام کے دوران ہی 1896ء میں امامِ ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے درستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ مولانا کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ: ''ہم نے دین حضرت گنگوہیؒ کے ہاں دیکھا اور اُن کے بعد حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے ہاں دیکھا''۔

اپنی قابلیت کی بنیاد پر تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ امینیہ سنہری مسجد دہلی میں صدر مدرّس کے طور پر تعینات ہوئے۔ پانچ سال (1897ء تا 1902ء) یہاں خدمات سرانجام دیں۔ 1902ء میں لولاب (کشمیر) تشریف لے آئے۔ یہاں آپؒ نے دین کی تعلیم کے لیے ایک مدرسہ قائم کرنا چاہا، لیکن حالات سازگار نہ دیکھ کر 1905ء میں حجاز تشریف لے گئے۔ 1907ء میں واپس آ کر 'بارہ مولا' (کشمیر) میں 'فیضِ عام' کے نام سے ایک دینی ادارے کی بنیاد رکھی، لیکن یہ مرکز زیادہ دیر نہ چل سکا۔ ان حالات میں مستقل طور پر حجازِ مقدس منتقل ہونے کا ارادہ فرمایا۔ اسی دوران 1910ء میں جب حضرت شیخ الہندؒ نے دیوبند میں ''جمعیت الانصار'' کی بنیاد رکھی تو اس کے جلسۂ دستار بندی میں مولانا موصوفؒ دیوبند تشریف لائے اور حضرت شیخ الہندؒ کے حسبِ ارشاد دارالعلوم ہی میں تدریسی خدمات کے لیے تیار ہو گئے۔

پورے ملک ہندوستان میں سول نافرمانی کی تحریک کا آغاز ہوا تو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ''تحریکِ ریشمی رومال'' میں بھی حضرت شیخ الہندؒ کی سربراہی میں بھرپور کردار ادا کیا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے حجاز میں ہجرت کرنے کے بعد مولانا موصوفؒ نے ہی صدر مدرّس کے فرائض سرانجام دیے اور تعلیمی سرگرمیوں میں ذرا بھی تعطل نہیں آنے دیا۔ ''تحریکِ ریشمی رومال'' کی ڈائریکٹری میں آپؒ کا تذکرہ 68 نمبر پر ان الفاظ میں ملتا ہے: ''مدرسہ دیوبند کا ایک استاذ، کشمیری اور نام ور عالم ہیں۔ دیوبند میں ان کا بڑا احترام کیا جاتا ہے۔ جنگِ بلقان کے زمانے میں انھوں نے ہلالِ احمر کے لیے روپیہ جمع کرنے میں ''جمعیت الانصار'' کی بڑی سرگرمی سے مدد کی۔ وہ غیر ملکی مال کے بائیکاٹ کے بھی حامی تھے۔ خیال ہے کہ ایم انور شاہ بھی سازش (تحریکِ ریشمی رومال) میں شریک تھا۔ وہ مولانا محمود حسن کے ہمراہ (حجاز) جانے والے تھے، لیکن آخرالذکر (حضرت شیخ الہند) نے اپنے بعد ہندوستان میں قیام کرنے پر اصرار کر کے روک دیا''۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے کلکتہ میں ایک دینی ادارہ قائم کیا اور حضرت شیخ الہندؒ سے مولانا انور شاہ کشمیریؒ کو تدریس کے لیے بھیجنے کی درخواست کی تو حضرت شیخ الہندؒ نے اسی لیے مسترد کی کہ دیوبند میں ان کی ضرورت ہے۔ 1927ء تک آپؒ نے دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ یہاں سے مستعفی ہو کر ڈابھیل (سورت) میں ایک دینی مرکز قائم کیا۔ مولانا موصوفؒ نے ''جمعیت علمائے ہند'' میں بھی سرگرم کردار ادا کیا اور آغاز سے آخر تک مجلسِ عاملہ کے ممبر رہے۔

ہندوستان میں انگریز سامراج نے آزادی پسند تحریکات کو جہاں بہ زورِ طاقت روکا، وہیں ارتداد کی تحریکات بھی شروع کیں۔ انھی میں ایک قادیانیت کا فتنہ تھا۔ اس فتنے کی سرکوبی میں مولانا کشمیریؒ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ باوجود اس کے کہ آپؒ کی صحت کسی سرگرمی کی اجازت نہیں دیتی تھی، بہاولپور کے تاریخی مقدمے میں اگست 1932ء کو عدالت کے سامنے پیش ہو کر دینِ اسلام کی حقانیت اور قادیانیت کو باطل قرار دینا آپؒ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ اسی دوران ''خاتم النبیّین ﷺ'' کے نام سے ایک کتاب بھی تحریر فرمائی اور اس فتنے کے تدارُک کے لیے پورے پنجاب کا دورہ بھی کیا۔

مولانا موصوفؒ کا امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے ساتھ محبت کا تعلق تھا۔ جب حضرت سندھیؒ دیوبند تشریف لے گئے تو دونوں بزرگوں کا ایک ہی دسترخوان ہوتا تھا۔ علمی مباحث بھی ہوتے۔ حضرت سندھیؒ کے حجاز میں قیام کے دوران مراسلت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ حضرت سندھیؒ نے ایک بار فرمایا تھا کہ: ''مولانا انور شاہ اس زمانے میں بے نظیر عالم ہیں''۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے اکابرین سے عقیدت کا تعلق تھا۔ آپؒ حضرت شیخ الہندؒ کے حجاز جانے کے بعد حضرت عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ سے مستقل رہنمائی لیتے رہے۔ حضرت عالیؒ کے وصال کے بعد دارالعلوم دیوبند میں ایک تعزیتی جلسے میں 39 اشعار پر مشتمل آپؒ نے ایک عربی مرثیہ پڑھا جو کہ شاہ صاحب موصوفؒ کی حضرت رائے پوریؒ سے بے پایاں محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ آپؒ کے شاگردوں میں مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ، مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا سیّد محمد میاںؒ قابلِ ذکر ہیں۔ مختلف موضوعات پر لکھی گئی 21 کتب آپؒ کی یادگار ہیں۔

ریاست بہاول پور میں قادیانیوں کے خلاف مقدمے سے واپسی پر لاہور اور دیوبند تشریف لے گئے۔ یہاں مرض الموت نے آ لیا۔ علالت کے بعد ۳/ صفر المظفر ۱۳۵۲ھ / 29/ مئی 1933ء کو دیوبند میں جان جانِ آفریں کے سپرد کی اور دیوبند ہی میں تدفین ہوئی۔

www.rahimia.org

تقریبِ رونمائی کتاب

’’خاتم النّبیّین ﷺ کی جامعیت، فتنۂ قادیانیت کا تجزیہ اور مشائخِ رائے پور کا رہنما کردار‘‘

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں مؤرخہ ۱۰ محرم الحرام ۱۴۴۷ھ / 6 / جولائی 2025ء بروز اتوار کو کتاب بعنوان ’’خاتم النّبیّین ﷺ کی جامعیت، فتنۂ قادیانیت کا تجزیہ اور مشائخِ رائے پور کا رہنما کردار‘‘ کی ایک پُر وقار تقریبِ رونمائی کا انعقاد ہوا۔ تقریب کی نظامت مولانا ڈاکٹر ناصر عبدالعزیز مدظلہ نے کی۔ تلاوتِ قرآن حکیم کا شرف مولانا ڈاکٹر قاری تاج افسر مدظلہ نے حاصل کیا۔ تقریب کی صدارت حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہ نے فرمائی، جب کہ نعتِ رسولِ مقبول ﷺ کی سعادت مولانا عبداللہ سیال نے حاصل کی۔

اس تقریب میں پہلا خطاب حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن مدظلہ کا ہوا، جس میں انھوں نے فرمایا: ’’خانقاہِ رائے پور نے ہمیشہ ہر سامراجی ایجنڈے کا شعور رکھا اور مختلف فتنوں کا علمی تجزیہ کر کے ان کا پردہ چاک کیا۔ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے قادیانیت کے علمی ردّ کے لیے اپنے متوسل اور مجاز حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے قادیانیت کے خلاف یہ کتاب لکھوائی اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ نے اس فتنے کے سیاسی علاج کی راہ متعین کی۔ قادیانیت کو ایک سیاسی تحریک کے طور پر سمجھنا ضروری ہے، کیوں کہ یہ ایک مذہبی لبادہ اوڑھے سیاسی منصوبہ تھا۔ مذکورہ کتاب کی اشاعت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے‘‘۔

تقریب کے آخر میں صاحبِ کتاب حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ’’اس کتاب کا بنیادی مقصد حضور اقدس ﷺ کی ختمِ نبوت کی جامعیت کو سمجھنا، فتنۂ قادیانیت کا تجزیہ کرنا اور مشائخِ رائے پور کے رہنما کردار کو اُجاگر کرنا ہے۔ آج کے دور میں جب جہالت عام ہے، ہر مسلمان کے لیے ختمِ نبوت کی حقیقت کو علمی طور پر سمجھنا ضروری ہے۔ یہ کتاب قاری کو ختمِ نبوت کا صحیح فہم دیتی ہے، اور نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے فتنوں کی حقیقت کو سمجھنے اور ان کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے۔ خانقاہِ رائے پور سے وابستہ نوجوانوں کے لیے ان موضوعات کا مطالعہ نہایت ضروری ہے‘‘۔ (یہ دونوں خطابات ادارہ کے یوٹیوب چینل پر موجود ہیں۔)

اس موقع پر حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن، حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر، حضرت مولانا مفتی اشرف عاطف سمیت ملک بھر سے سینکڑوں نوجوانوں نے تقریب میں شرکت کی اور خطبات کو یکسوئی سے سنا۔ تقریب کا اختتام حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کی تکمیلی دعا سے ہوا۔

ادارہ رحیمیہ لاہور میں 17 روزہ دورۂ تفسیر قرآن حکیم

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور مین کیمپس میں 17 روزہ دورۂ تفسیر قرآن حکیم اہتمام کیا گیا۔ جس کا آغاز مؤرخہ 27 / جون 2025ء بروز جمعۃ المبارک کو ہوا۔ اس موقع پر حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا: ’’موجودہ دورۂ تفسیر قرآن حکیم حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے شروع کردہ سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ قرآنِ حکیم، جو تمام کائنات کے رب کا کلام ہے، روح الامین جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے نورِ نبوت سے بھرپور قلبِ مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا۔ اس عظیم کتاب کی تعلیمات کے ذریعے ہر دور کے مسائل کو فہم و بصیرت کے ساتھ سمجھنا لازم ہے۔ دورۂ تفسیر کا اصل مقصد قرآن کو انسانی معاشرت اور زندگی کے عملی تقاضوں کے تناظر میں سمجھنا ہے۔ یہ پاکستان کے لیے ایک عظیم احسان ہے کہ حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے علوم سے نئی نسل کو روشناس کرایا اور قرآن فہمی کی اس عظیم روایت کو زندہ رکھا‘‘۔

اس سال دورۂ تفسیر قرآن حکیم میں ’’سورت الحج‘‘ سے ’’سورت الناس‘‘ تک تفسیری مضامین شامل رہے، جن پر ادارہ ہذا میں دورے کے دوران قیام پذیر جید علمائے کرام نے دروس ارشاد فرمائے۔ اس کے علاوہ معاشرے کے مسائل پر مختلف عنوانات کے تحت موضوعات پر معروف دانش وراور محاضرین نے لیکچرز دیے۔ اس کے علاہ صبح نماز فجر کے بعد استفادہ نشستیں ہمراہ حضرت مفتی سعید الرحمان مدظلہ العالی اور بعد از نماز عصر استفادہ نشستیں ہمراہ حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری انعقاد پذیر ہوتی رہیں، جن میں شرکا وطلبائے کرام نے حالاتِ حاضرہ، تاریخ، فلسفہ، معاشیات سمیت مختلف موضوعات پر حضرات سے سوالات کیے اور تسلی بخش جوابات پائے۔

دورۂ تفسیر میں صوبہ پنجاب، خیبر پختونخواہ، بلوچستان، سندھ اور کشمیر سمیت ملک کے مختلف علاقوں سے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ دورۂ تفسیر کی تکمیلی نشست تقریب مؤرخہ 13 / جولائی 2025ء بروز اتوار کو منعقد ہوئی۔ جس میں حضرت مولانا ڈاکٹر تاج افسر، حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن اور حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہم العالیہ نے خطابات ارشاد فرمائے۔

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ’’ہم نے اس دورۂ تفسیر میں قرآن حکیم کی تعلیمات کے تناظر میں تینوں شعبوں (شریعت، طریقت اور سیاست) کی جامعیت کو سمجھا ہے۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس کام کو لگن، اخلاص اور استقامت کے ساتھ آگے بڑھائیں۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے گھروں کو دروس کے مراکز بنائیں اور دین کی تعلیم کو عام کریں‘‘۔ تقریب کے آخر میں حضرت رائے پوری نے کلماتِ توبہ کہلوائے اور دورہ تفسیر میں مکمل شرکت کرنے والے اور امتحان میں پاس ہونے والے اور پوزیشن لینے والے شرکا کو انعامات اور اسناد تقسیم کی گئیں۔ آخر میں حضرت رائے پوری مدظلہ کی دعا کے ساتھ دورۂ تفسیر کی تکمیل ہوئی۔

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

(بقیہ: اسلامی دور کی ناقابلِ فراموش شخصیات)

بایزید کے مشیروں نے اس کو مشورہ دیا کہ باہمی بات چیت سے مسائل کو حل کیا جائے، لیکن وہ نہیں مانا۔ بالآخر دونوں فیصلہ کن جنگ کے لیے تیار ہوگئے۔ تیمور سات آٹھ لاکھ فوج لے کر انگورہ (انقرہ) پہنچ گیا اور میدانِ جنگ کے بہترین حصے پر پڑاؤ ڈالا، جب کہ بایزید کی فوج کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ صورتِ حال کو دیکھ کر عثمانی فوج کے افسروں نے بایزید کو جنگ سے باز رہنے کا پھر مشورہ دیا، لیکن اس نے ایک نہ سنی۔ چناں چہ 20/ جولائی 1402ء کو وہ فیصلہ کن معرکہ پیش آیا۔ لڑائی فجر سے پہلے شروع ہوئی اور غروبِ آفتاب تک جاری رہی۔ اس روز بایزید نے سپہ گری کے خوب جوہر دکھائے۔ اس کی فوج نے بھی غیر معمولی شجاعت کا مظاہرہ کیا، لیکن تیمور کی فوج کی کثرت اور جنگی حکمتِ عملی کے سامنے بایزید کی ساری کوششیں ناکام ہوگئیں۔

بایزید نے اس صورتِ حال سے بچ نکلنے کی کوشش کی تو محمود خان چغتائی نے تعاقب کر کے پکڑ لیا۔ بایزید جب قیدی کی حیثیت سے تیمور کے سامنے لایا گیا تو تیمور نے آگے بڑھ کر استقبال کیا اور عزت واحترام سے اپنے قریب بٹھایا۔ پھر اُس کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے کہنے لگا: ”اگرچہ احوالِ عالم تمام تر اللہ تعالیٰ کے ارادہ و قدرت کے مطابق پیش آتے ہیں اور کسی دوسرے کو کوئی اختیار نہیں، تاہم حق یہ ہے کہ تم پر جو مصیبت آئی ہے، وہ تمھاری خود لائی ہوئی ہے۔ تم نے بارہا اپنی حد سے تجاوز کیا اور بالآخر مجھے انتقام پر مجبور کر دیا“۔ بایزید نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور تیمور کی قید میں ہی بایزید کا انتقال ہوا۔ جنگِ انگورہ نے بایزید کی زندگی کا ہی خاتمہ نہیں کیا، بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سلطنتِ عثمانیہ بھی نیست و نابود ہوگئی، لیکن ایسا نہیں ہوا۔

(بقیہ: عالمی منظرنامہ)

6۔ مستقبل کے امکانات: جمہوریت یا مستقل فوجی کنٹرول؟ آئینی ریفرنڈم کا چیلنج: ستمبر 2025ء میں متوقع ریفرنڈم میں صدارتی مدت کی حد مقرر کرنے جیسی شقوں پر توجہ مرکوز ہے۔ مخالفین کے مطابق، یہ ڈومبوئے کو 2030ء تک اقتدار میں رکھنے کا راستہ ہموار کر سکتا ہے۔ سلامتی کے خطرات: مالی اور برکینا فاسو سے دہشت گرد گروہوں کے سرحدی عبور کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ جنوب مشرقی خطوں میں نسلی تنازعات بھی تشویش کا باعث ہیں۔ بین الاقوامی قبولیت: انتخابات (دسمبر 2025ء) کے بعد ہی ECOWAS اور IMF جیسے ادارے پابندیاں مکمل ہٹانے پر تیار ہوں گے۔

خلاصہ کلام: بدعنوانی کے خلاف مہم، کان کنی میں شفافیت، اور نوآبادیاتی طاقتوں سے آزادی کے بیانیے کو عوامی حمایت حاصل ہے۔ گنی کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ 2025ء کے انتخابات کے ذریعے فوج اپنی طاقت کو سول حکومت کے لیے ”کنٹرولڈ ٹرانزیشن“ میں تبدیل کرتی ہے۔ روس-چین اتحاد اور ساحلی خطے میں دہشت گردی کے پھیلاؤ کے تناظر میں، گنی مغربی افریقا کے استحکام کی کڑی بن جاتا ہے اور کسی بھی قسم کے نئے بحران کو جنم لینے سے پہلے ہی قابو کر لیا جاتا ہے۔

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال میرے والد صاحب کا چالیس سال پہلے ایک آپریشن ہوا تھا، جس کی وجہ سے ان کی بڑی آنت نکال دی گئی ہے اور صرف چھوٹی آنت باقی رہ گئی ہے۔ فضلہ جمع کرنے کے لیے چھوٹی آنت کو پیٹ کے ذریعے باہر نکالا گیا ہے اور اس پر ایک کولوسٹومی بیگ لگا ہوتا ہے جس میں فضلہ جمع ہوتا ہے۔ اب ان کے جسم میں قدرتی کنٹرول موجود نہیں ہے، اور فضلہ خود بہ خود بیگ میں جمع ہو جاتا ہے۔ اکثر اوقات انھیں معلوم بھی نہیں ہوتا کہ فضلہ یا گیس خارج ہوگیا ہے۔ آپ سے شرعی رہنمائی درکار ہے کہ ان کے لیے نماز اور وضو کا کیا طریقۂ کار ہوگا؟ نیز سردیوں میں ان کے لیے دوبارہ وضو کرنا مشکل ہو جاتا ہے، اس کے لیے کوئی رعایت ہے؟ جمال علی نوشہرہ

جواب صورت مسئولہ میں آپ کے والد شرعاً معذور ہیں کہ کسی ایک نماز کے مکمل وقت میں پاک ہو کر اتنا وقفہ بھی نہیں مل رہا ہے کہ ایک وقت کی فرض نماز ادا کر سکیں اور شرعی معذور کا حکم یہ ہے کہ ہر فرض نماز کے وقت میں ایک مرتبہ وضو کرے اور پھر اس وضو سے اس ایک وقت میں فرض سمیت جتنی چاہے نوافل ادا کرے اور تلاوت قرآن کرے۔ جیسے ہی اس فرض نماز کا وقت ختم ہوگا تو وضو بھی ختم ہو جائے گا اور پھر اگلی نماز کے لیے دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔ البتہ اگر درمیان میں وضو کے بعد اس عذر کے علاوہ کوئی اَور وضو ٹوٹنے والی چیز پیش آجائے تو دوبارہ وضو کرنا ضروری ہوگا ورنہ ایک نماز کے وقت میں دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ البتہ اگر نجاست نکل کر کپڑوں پر لگ جائے تو اس صورت میں کپڑے بدل کر پاک کپڑوں میں نماز پڑھنا ضروری ہے۔ جب کہ سردیوں میں موسم کے مطابق ان کے لیے گرم پانی کا بندوبست کیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب!

(بقیہ: شذرات)

اگر ہم واقعی آزاد ہوتے تو آج ہمارے بچے دریا میں نہ بہتے، نہ ہماری مائیں سڑکوں پر روتیں، نہ کسان اپنی فصلیں پانی میں ڈبوتے، نہ نوجوان بے روزگاری کے ہاتھوں مایوسی کا شکار ہوتے۔ اور غریب الدیار ہو کر اپنی جانوں اور اپنے گھروں کے مستقبل کو موت کے خون خوار جبڑوں کے حوالے نہ کرتے۔ چودہ اگست کی تقریبات پر تنقید، سیلابوں سے ہونے والی تباہی اور حکومتی غفلت پر سوال، دریائے سوات کے سانحے پر ماتم، وادیٔ تیراہ میں دہشت گردی اور اس کے جواب کے عنوان سے انسانی جانوں کا ضیاع اور بلوچستان میں خونریزی کے سانحے، یہ سب ایک ہی سکے کے مختلف رُخ ہیں۔ یہ رُخ ہماری اجتماعی ناکامی، ہماری ترجیحات کی غلطی اور ہمارے مفاد پرست حکمرانوں اور اداروں کی اپنی ذمہ داری سے فرار کی کہانی سناتے ہیں۔ چودہ اگست صرف ماضی کو یاد کرنے کا دن نہیں، بلکہ حال کا جائزہ لے کر مستقبل کی راہ متعین کرنے کا موقع ہے۔ (مدیر)

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ”رحیمیہ“ رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔